شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا نظریہ تشکیل اخلاقیات

The Theory of Shah Wali Ullah in Ethics Form

*ڈاکٹر حسین محمد

**ڈاکٹر فخر الدین

ABSTRACT

This research article consist unique study regarding constitution of Human being character building in the thoughts of eminent philosopher Shah Wali Ullah (1703-1764). In present critique the focus has been made to explore how individual characters build in the specific environments? How surrounding effects on the character building? Moreover linkage of Islamic 'IBĀDA and its positive impact on the Muslim society has been explored. In interpretation of Shah Wali Ullah, All 'IBĀDA are like tools which lead to generate four basic ethics i.e purity and transparency capitulation, gainful and abstinence. These are the basic moral code which are the ultimate result of the four kind of 'IBĀDA i.e prayer, fasting, zakat and hajj. Muslim has inestimable inner power in the form of six latā'ef (لطائف), which ultimately resulted upon the change of behavior. Character building are etiquettes, noble practices, decentness and good morality. It is generally refers to a code of conduct, that an individual group or society hold as authoritative in distinguishing right from wrong. Ethics are phenomenon values and can develop up to reasonable universal standards. Conduct in Islam governs all aspects of life and specifically addresses such principles as truthfulness, honesty, trust, sincerity, brotherhood and justice, while Islam forbid false, conspiracy, dodge, rude, irascibility, corruption. To materialize the virtues and disgrace the fake a role model prophet Muhammad (S.A.W) were deputed from Allah to guide the human being. So In present article character building in the theory of Shah Wali Ullah especially while in other Muslims scholars in general has diagnosed.

Keywords: *Ethics, 'Ibāda, Transparency, Capitulation, Gainful, Abstinence.*

---

*صدر شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

**لیکچرار شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑی دولت اور نعمت سے نوازا ہے،وہ نعمت اور دولت اخلاق ہے کیونکہ اسلام کی تبلیغ میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر تھے، قرآن کے اخلاقی نظام کے عملی پیکر تھے،چنانچہ آپ کی راز دار اور آپ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان خلقه القرآن[1] ۔"آپ ﷺ کے اخلاق وہی تھے،جو قرآن میں بیان کردہ ہیں"۔

اخلاق کی تشکیل کیسی ہوتی ہے؟، نفسی اصلاح کے مواقع بھی موجود ہیں یا نہیں؟ برصغیر کے اٹھارویں صدی کے مجدد شاہ ولیؒ اللہ م ۱۷۰۳ء[2] اس حوالہ سے کیا مخصوص نظر رکھتے تھے؟ شاہ ولیؒ اللہ کا نظریہ تشکیلِ اخلاقیات کیا تھا؟ پیشِ نظر مضمون میں اُٹھائے گئے ان سوالات کا تحقیقی تجزیہ اس مقالہ میں پیش کیا جائے گا۔

دراصل انسان کے ارادی کردار واعمال کی پُشت پر نظریاتی واخلاقی جذبہ محرکہ کارفرما رہتا ہے۔اعلی اخلاقی اقدار جو طبیعت کا حصہ بن جاتی ہیں اور زندگی کے تمام لمحات میں اس کے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں،انسانی شرافت کی معراج ہے۔یہ اعلیٰ اخلاق انضباتی عمل ہے،اس سے زندگی میں حُسن آتا ہے،جب کہ بداخلاقی معاشرتی روگ وبد انتظامی ہے۔تمام الہامی مذاہب اور معروف فلسفوں میں اخلاقیات کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے حتیٰ کہ دینِ اسلام میں جہاں اخلاقی تعمیر کا حکم دیا گیا ہے،وہاں قرآن حکیم کے اخلاقی نظام کے اطلاق وتطبیق کے لئے نمونہ کامل آنحضرت ﷺ کی بعثت کا بھی التزام کیا گیا، تاکہ جو بھی اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہونا چاہتا ہو وہ اس ہستی کے اعمال وافعال ورویوں کو اختیار کرکے فلاح وکامیابی سے ہمکنار ہوسکے اور آپ ﷺ کی زندگی انسانیت کے لئے مشعل کا کام دے سکے۔ اخلاق وتشکیل اخلاقیات کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یونانی فلسفہ جہاں ماوراء الطبیعات،علم المنطق، فلسفہ وقانون،علم الجمالیات وعلم الاجتماع کو زیر بحث لاتا ہے وہاں علم النفس واخلاقی تعمیر وتشکیل کو بھی اہم ترین موضوع کے طور پر اختیار کرتا ہے[3]۔دورِ جدید میں ژونگ، اڈلر اور سیگمنٹ فرائڈ[4] نے تحلیلِ نفسی کے نظریات پیش کرکے اس موضوع کو نئی جہت دی، ان مفکرین نے اخلاقی تعمیر میں جنسی آزادی کو اساسی عامل کے طور پر متعارف کیا،اس کے برعکس اسلامی نظامِ تربیت، نفسی اصلاح کی راہ سے اخلاقی تعمیر چاہتا ہے۔اصلا

ح کا اہم ذریعہ عبادات کا منضبط نظام بھی ہے کیونکہ عبادات کا انسانی شخصیت سازی میں نمایاں عمل دخل ہے۔ عبادت اور اخلاق سے متعلق شاہ ولیؒ اللہ کا نظریہ جاننے سے پہلے اخلاق کی تعریف ضروری ہے۔

اخلاق کی لغوی تعریف:

خلق کا مادہ (خ،ل،ق) ہے اگر "لفظ خ" کے اوپر زبر پڑھیں یعنی خَلق پڑھیں تو اس کے معنی ہیں ظاہری شکل وصورت اور اگر "خ" پر پیش پڑھیں یعنی "خُلق" پڑھیں تو باطنی اور داخلی ونفسانی شکل وصورت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں انسان خُلق و خَلق دونوں اعتبار سے نیک ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ظاہری صورت بھی اچھی ہے اور باطنی صورت بھی، جس طرح انسانوں کی ظاہری شکل وصورت مختلف ہوتی ہے اسی طرح باطنی شکل وصورت میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے (5)

اصطلاحی تعریف:

خُلق: انسان کے اس نفسانی ملکہ کو کہا جاتا ہے کہ انسان بغیر فکر و تأمل اور غور و خوض کے خاص افعال انجام دے یعنی اس کے ذریعہ بہترین کام انجام دینے کو خُلق کہا جاتا ہے۔

الخَلق والخُلق: فی الاصل واحد کا الشَرب والشُرب لٰکن خُصَّ الخَلق باالهیأت والصور المدرکة بالبصر وخُصَّ الخُلُق بالقویٰ والسجایا المدرکة بالبصیرة(6)

"خَلق اور خُلق در اصل ایک ہی ہیں لیکن خلق مخصوص ہے ظاہری شکل وصورت سے اور خُلق کو مخصوص کر دیا گیا باطنی اور معنوی شکل وصورت سے"۔

تعریف علم اخلاق

علم اخلاق وہ علم ہے جو انسان کو فضیلت اور رذیلت کی پہچان کراتا ہے (کون سا کام اچھا ہے کون سا کام برا ہے، جو انسان کو یہ سب بتائے اس علم کو علم اخلاق کہا جاتا ہے) (7)

اخلاق: عربی گرائمر کے اعتبار سے اخلاق "افعال" کے وزن پر ہے اور "خُلق" کی جمع ہے، خُلق: انسان کی نفسانی خصوصیات کو کہا جاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے خَلق، انسان کے بدن کی صفات کو کہا جاتا ہے۔

اخلاق: روش، شیوہ، سلوک کا نام ہے، یعنی طور طریقہ اور رفتار و گفتار کو اخلاق کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَقُولُ اللَّهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي۔(8)

"اے اللہ! میرے خُلق کو بھی اسی طرح بہتر قرار دے جس طرح میرے خَلق کو بہتر بنایا ہے"۔(یعنی جس طرح میری خلقت نیک طینت ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی اخلاق حسنہ قرار دے۔

انسان کے تمام اعمال نفسیاتی خصوصیات پر موقوف ہیں یعنی اگر انسان کا اخلاق اچھے اور نیک ہوں گے تو اس کے اعمال بھی اچھے ہوں گے۔ (9)

اخلاق طبیعت میں راسخ کیفیت کا نام ہے جیسے کہ امام غزالیؒ (م۵۰۵) لکھتے ہیں: فاما الخلق عبارة عن هيئة في نفس راسخة عنها تصدر الاعمال بسهولة ويسر من غير حاجة الى فكر (10)

"خُلق اس ہیئت سے عبارت ہے جو نفس میں راسخ ہوتا ہے جس سے سہولت کے ساتھ اعمال کا صدور ہوتا ہے اور اس میں فکر کی حاجت نہیں ہوتی"۔

خُلق طبعی خصلت، مروت وعادت کے معنوں میں مستعمل ہے۔ خَلق کی جمع "اخلاق" ہے۔ انسان سے سرزد ہونے والے ارادی اعمال پر اچھے یا بُرے ہونے کا حکم لگانا علم الاخلاق کا میدان ہے۔ اخلاق کی تعمیر وتشکیل ایک فن کے طور پر سامنے آرہا ہے، لہذا شاہ ولیؒ اللہ کے فلسفہ تشکیل اخلاق کا ماحصل پیش کرنا اس مضمون کا ہدف ہے۔ انسانی کردار پر اس حیثیت سے بحث کہ وہ صواب وخیر یا خطاء وشر مرتب نظام کی شکل میں متشکل ہوجاتا ہے اور ان اصولوں کی طرف راہنمائی میں مدد دے جو انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی تعین اور قدروقیمت میں مدد دے، علم تشکیل اخلاق کہلاتا ہے۔ اس علم کا فائدہ برائیوں سے اجتناب اور بھلائیوں پر عمل کرنے کا جذبہ بیدار کرنا ہے۔

شاہ ولی اللہ کا اخلاقی تشکیلی فلسفہ قرآن وسنت ہی کی جلو میں پروان چڑھتا نظر آتا ہے، وہ انسانی ترکیب میں دو حیوانی وروحانی قویٰ کو دخیل مانتے ہیں، البتہ روحانی وملکوتی قُویٰ کو غالب کرکے اعلیٰ اخلاق تشکیل دیتا ہے۔ دیکھا جائے تو جہاں اُصولی طور پر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ اخلاق پر فائز مثالی شخصیت امام نوع انسانی آنحضرت ﷺ کی صورت میں متمثل کیا اور ان کی موافقت کو کامیابی کا اساس بتلادیا گیا، وہاں انسان کی خود ترکیب میں خیر وشر کی متقابل قوتیں ودیعت کرکے مجازات کا سلسلہ بطریق تسبیب قائم کیا۔ انسان اپنے اختیار سے مرتبہ عزم تک صدورِ فعل کا ذریعہ بنا، یوں انسان مکلف بھی ٹھہرا اور مستوجب سزا وجزاء کا بھی مستحق قرار پایا۔ حاصل یہ کہ شاہ ولی اللہ انسانی ترکیب میں جسمانی وشہوانی اور روحانی وملکوتی عناصر کو دخیل مانتے ہے، مزید یہ کہ نیک اس شخص کو کہا جائے گا جس پر ہمیشہ عمدہ رجحانات کا غلبہ رہے اور بد وہ

شخص ہے جس پر نیکیوں کے برعکس رُجحانات کا غلبہ ہو۔ موضوع پر باقاعدہ بحث کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ معلوم ہو کہ آیا انسانی اخلاق کی تعمیر واصلاح ممکن بھی ہے؟

ایک حدیث سے مستفاد ہے کہ اخلاق وعادات ناقابل تغییر ہیں، جو حدیث اس حوالہ سے زدِ لسانِ عام ہے وہ امام احمد کی مسند کی یہ حدیث ہے۔ اذاسمعتُم بجبلٍ مال من مکانِه فصدقوه واذا سَمِعتم بِرَجلٍ زال عن خُلقِه فلا تصدِقوه فاِنه سیعود اِلی ماجُبِل علیه۔ [11]

" تم اگر پہاڑ کے بارے میں سُنو کہ وہ اپنی جگہ سے ٹل گیا ہے تو اس امر کی تصدیق کرنا، لیکن اگر کسی شخص کے بارے میں سُنو کہ اس کے اخلاق میں تبدیلی آئی تو ہرگز اس کو سچ نہ ماننا اس لئے کہ انجام کار میں اس کو اپنی جبلت کی طرف لوٹ آنا ہے"۔

اس حدیث کی روشنی میں خُلق وعادت میں تغیر کو ناممکن بتایا گیا ہے۔ دراصل یہ عدم تغییر فِی الخُلق مزاج میں عدم تغیر ہے اور قواعدِ حکمت کے تحت مزاج میں تبدیلی ممکن نہیں، شخصی مزاج چار مدارج بچپن، لڑکپن، جوانی اور پختگی عمر کے مراحل طے کر کے ہی دورانیہ پورا کرتا ہے، ہر شخص خاص مزاج اور جبلت لے کر آتا ہے جو غیر مبتدل ہوتا ہے۔ جبلت اور عادت کے برعکس نفس انسانی کردار کے اعتبار سے قابل تغیر ہے۔ اس حوالہ سے نفس تین امور میں سے کسی ایک امر سے متعلق ہوتا ہے، وہ تین امور طبیعت، حال اور ملکہ ہے۔ طبیعت حیات کا نام ہے، اس میں تغییر وتبدّل کا قطعی امکان ہی نہیں۔ حدیث کا مصداق یہی طبیعت وعادت ہے۔ حال: نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جس سے استعداد قبول کی بناء پر نفس متکیف ہو کر جلد ہی زوال بھی قبول کرلیتا ہے جب کہ ملکہ اس کیفیت کا نام ہے جو نفسِ انسانی میں راسخ ہو جاتی ہے۔ اس کا زوال بتکلف ممکن ہوتا ہے۔ [12]

اس تفصیل کے بعد یہ واضح ہے کہ خُلق ان تینوں کیفیات میں سے نفس کی اس کیفیت سے متعلق ہے جو ملکہ کہلاتی ہے اور اس کا حال مزاج کا سا نہیں جو غیر متبدل ہے بلکہ نفسی کیفیت کی تہذیب واصلاح ممکن ہے، نفس قابل اصلاح امر اور قدیم اسلامی کتب میں حکمت کے تین شعبوں میں سے، تدبیر منزل، سیاست مدینہ کے بعد تہذیب اخلاق [13] کو جو زیر بحث لایا جاتا ہے، یہ علم خالصةً انسان کی ذاتی مصلحتوں کو جاننے، برائیوں سے پاک ہو کر خوبیوں سے خود کو آراستہ کرنے کا عمل ہے۔ یوں نفس کو صیقل کر کے متحلیٰ کیا جاسکتا ہے جیسے کہ سورۃ الشمس میں ہے: ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا [14]

تسویہ نفس کا مطلب اخلاقی تعمیر ہی ہے۔ قرآن میں مذکور نفس امارہ کا نفس لوامہ اور نفسِ مطمئنہ کی طرف سفر کا امکان یہ ظاہر کرتا ہے کہ نفس ایک قابل اصلاح عمل ہے۔ قرآن نے جہاں اصلاح نفس کی حقیقت کا اعلان کیا وہاں اہل حکمت نے اس کی اہمیت و اطلاق کے متنوع طریقے بھی وضع کئے۔ مشہور یونانی فلاسفر بقراط کا نظریہ یہ ہے کہ انسان جب تک باطنی طور پر مزکیٰ نہ ہو، مادی خوراک سے اخلاقی تعمیر کی بجائے اخلاقی تخریب پیش آتی ہے، اُن کا لکھنا ہے: ان الابدان التی لیست بنقیة کُلما غزیتُها زدتهاشراً [15]

"جو اجسام پاک صاف نہیں ہیں ان کو جب بھی مادی غذا دی جائے گی تو بُرائی ہی بڑھے گی"۔

مسلمانوں میں پہلا اخلاقی مفکر ابن مسکویہ ہیں جنہوں نے اخلاقیات کو مستقل موضوع کے طور پر لیا اور ممتاز فکر پیش کیا۔ عربی مفکر کندی، فارابی، ابن سینا اخلاقیات کو سیاسیات کا حصہ سمجھتے تھے۔ ابن مسکویہ اپنی کتاب تہذیب الاخلاق میں روح کی فطرت سے متعلق بحث کرتا ہے کہ یہ اپنے وجود کی شعور رکھتی ہے اور باعتبار ذات قدسی ہے، یہ حِسی و تصوراتی علم کی حامل ہے، یہ عقلی علوم سے ممتاز کرتی ہے۔ مسکویہ کے خیال کے مطابق کچھ لوگ فطری طور پر نیک ہوتے ہیں، کچھ نہ نیک نہ بد بلکہ ماحول و تربیت ان کی اخلاقی تشکیل کرتی ہے۔ ابن مسکویہ کے خیال کے مطابق انسان میں تین قوتیں ہیں، قوت شہوانی، قوت غضبیہ اور قوت عقل جو انسان کے اندر چار خصلیتں پیدا کرتی ہیں یعنی ہمت، جُرات، عقل اور عدالت۔ ان قُویٰ کے توازن سے انسانی شخصیت جنم پاتی ہیں۔ ان کے عدم توازن سے انسانی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔

اخلاقی تشکیل کے حوالہ سے مسلم مفکرین میں دوسری شخصیت امام غزالی م ۵۰۵ھ کی ہے۔ ان کی تین کتابیں احیاءعلوم الدین، المیزان اور کیمیائے سعادت، انسانی اخلاقی تشکیل سے متعلق ہیں۔ محمد الغزالی کی اخلاقیات ابن مسکویہ سے مماثل ہے۔ امام احمد الغزالی کا فلسفہ اخلاقیات وہی کچھ ہے جو صوفیاء کا ہے [16]

۔ جہاں تک شاہ ولی اللہ کے نظریہ تشکیل اخلاقیات کا تعلق ہے تو وہ خود چونکہ صوفی تھے۔ ان کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ ایسے دور میں لکھی گئی کہ اس وقت انسانی عقلی تشکیل کے بارے میں نئے نظریات سامنے آرہے تھے، اقتصادی فلسفے متعارف ہو رہے، نئے اقدار، نئے اخلاقی سانچے متعارف ہو رہے تھے۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو یہ حقیقت کُھل کر سامنے آتی ہے کہ شاہ ولیؒ اللہ نے اس میدان میں منفرد نظریہ پیش کر کے نئی طُرح متعارف کی اور اپنی حیثیت کا امتیاز بر قرار رکھا۔ شاہ ولیؒ اللہ جہاں ماحول اور خاندنی توارث کو اعلیٰ اخلاق کی تشکیل کا اہم ذریعہ کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، وہاں وہ اس کے ڈانڈے

ماوراء الطبیعات قوتوں سے اُستوار کرتے ہیں، وہ عقائد اور عباداتِ اسلامی کو رویوں و اخلاق بنانے میں اہم عوامل سمجھتے ہیں۔ماحول کا انسانی اخلاق کی تشکیل کی حقیقت سے متعلق وہ لکھتے ہیں۔انما الاخلاقُ بالاحوال لا بالعلوم (17) "اخلاق کی تشکیل میں احوال کو اساسی اہمیت حاصل ہے، نہ کہ علم و تعلم کو "۔

شاہ ولیؒ اللہ انسانی اخلاق تشکیل میں عبادات کو خاص مقام دیتے ہیں، اسلامی عبادات کی دو حثیات کی اساس پر وہ منفرد تجزیہ پیش کرتے ہیں، وہ اس تناظر میں بے لاگ نقد کرتے ہیں اور عبادات کی انتہائی حکمت کو وہ انسانی انا کی تشکیل پر منتج مانتے ہیں۔اُن کی نظر میں نفس کردار کے اعتبار سے چار بنیادی اخلاقیات کی تشکیل کا متحمل ہے، یہ اُم اخلاق ہیں۔ان اساسی اخلاقیات کے نتیجہ میں اٹھارہ اخلاقیات پروان چڑھتی ہیں اور ان اخلاقیات کی ضد سے بچاؤ کا بھی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔وہ چار بنیادی اخلاقیات عبادات نماز، زکواۃ، روزہ اور حج جیسے اعمال کے بار بار دُہرانے سے پیدا ہوتے ہیں ۔وہ چار اخلاق درج ذیل ہیں۔

۱: طہارت

۲: اخبات

۳:سماحت

۴: عدالت

ان اخلاق کی تشکیل سے متعلق شاہ ولیؒ اللہ عمیق انتقاد پیش کرتے ہیں۔تصوف (انسان کے باطنی قویٰ) اور اعمالِ انسانی (شریعت) کی پیروی کی حقیقت پر بحث کرتے ہوئے شاہ ولیؒ اللہ لکھتے ہیں۔النظر الی الاعمال (ای) العبادات من حیث ایصالِها الی هیئات نفسانیة (18)

" احسان و سلوک اعمال سے اس حیثیت سے بحث کرنے کا نام ہے کہ وہ کیفیات نفسانیہ یعنی اخلاق و ملکات تک کس طرح مفضی ہوتے ہیں"۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار وارادہ سے کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو وجود میں آکر ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کے نفس کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے، اندرون دل اس سے اثر پذیر ہو جاتا ہے، یہی کیفیت نفسانیہ ہے، پھر جب تک وہ کیفیت عارضی ہوتی ہے تو یہ حال کہلاتی ہے اور جب وہ راسخ ہو جاتی ہے تو ملکات بنتے ہیں۔صورت حال یہ ہے کہ اعمال و عبادات اور ہیئات نفسانیہ میں ربط وارتباط ہوتا ہے، اعمال ہیئات نفسانی کو کُمک پہنچاتے ہیں اور وہی ہیئات نفسانیہ کی تشریح وترجمانی بھی کرتے ہیں کیونکہ اعمال ان اندرونی کیفیات

کے پیکر اور صورتیں ہیں۔ بزبانِ شاہ ولیؒ اللہ اشباہ و تماثیل ہیں کیونکہ آخرت میں جزاو سزا اعمال پر ہو گی مگر حقیقت میں مفید یا مضر ملکات حسنہ یا سیئہ دونوں ہوں گے۔ یہ طے ہے کہ شارع نے اصالۃً و بالذات لوگوں کو اعمال ہی کا مکلف بنایا ہے خواہ اعمال ایجابی ہوں یا سلبی مگر مطلق یعنی ملکات سے قطع نظر کرتے ہوئے مکلّف نہیں بنایا بلکہ اس حیثیت سے مکلّف بنایا ہے کہ وہ اعمال انہی ہیئات نفسانیہ سے اُبھرتے اور وجود میں آتے ہیں مجرداً نہیں اس لئے لوگ ثانوی درجے میں اس کے بھی مکلّف ہیں کہ وہ اچھے ملکات کی تحصیل کی سعی کریں اور بُرے ملکات سے اجتناب کریں۔

اعمال و عباداتِ انسانی اور ہیئات نفسانیہ کے بارے میں کچھ مزید تفصیل یہ ہے: اعمال کے سلسلے میں دیکھا گیا ہے کہ کن اعمال سے کون کونسے ملکات پیدا ہوتے ہیں؟ اعمال میں انضباط ہوں، ان میں مجبوریوں کے مواقع کی رعایت برتی گئی ہوں جو مطلوبہ ہیئات نفسانیہ تک مفضی ہوں، اعمال ان اندرونی کیفیات کے پیکر اور صورتیں ہیں۔ شارع نے اصالۃً و بالذات لوگوں کو مکلّف بنایا ہے، تاہم ہیئاتِ نفسانی بھی مقصود ہیں، لہذا کیفیت نفسانیہ اور اعمال دونوں مطلوب ہیں اگر اس امر کو ایک مثال سے واضح کیا جائے تو مناسب ہو گا۔ ''اخبات'' ایک ملکہ ہے، اس کو نماز سے حاصل کیا جا سکتا ہے، لہذا اخبات کی حقیقت معلوم کرنا بھی ضروری ہے اور نماز کا عمل جو اذکار، تلاوت، مخصوص طرز یعنی رکوع و سجود پر مشتمل اعلیٰ درجہ کی بندگی ہے، سے متعلق جاننا بھی ضروری ہے۔ یہ بات وثوق کو پہنچتی ہے کہ نماز کے عمل کو دہرانے سے ''اخبات'' کی کیفیتِ حال پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح تمام احکام کے بارے میں یہ سمجھنا کہ اعمال وارکانِ اسلام بمنزل اسباب و آلات ''Tools'' کے ہیں، ان سے مقصود نفس کا علاج اور دیکھ بھال ہے، یہ اعمال کیسے انسان کے باطن پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ اعمال سے اصلاحِ باطن کیسے ممکن ہے؟ بطورِ مثال اس طرح سمجھا جا سکتا ہے، جس طرح طبیب مریض کا علاج کرتا ہے اور ان کے احوال کو سنوارتا ہے، اس طرح اعمال کے ذریعے انسان اپنی اصلاح کرتا رہتا ہے۔ جس شخص کو آلات و اسباب کی کماحقہ معرفت حاصل نہیں ہوتی وہ کبھی آلات کو اندھا دھند استعمال کر کے نقصان بھی اُٹھا سکتا ہے۔ معرفت کی اساس وجدان پر ہے، چونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اپنے ذوق و وجدان سے اعمال اور ان کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے باطنی کیفیات دونوں سے واقف تھے اس لئے اُس وقت شریعت و طریقت کی تقسیم کا تصور ہی نہ تھا، بعد کے ادوار میں ظاہری اعمال کا نام شریعت اور اس پر عمل کے نتیجہ میں باطنی کیفیات کا نام تصوف پڑ گیا، تصوف

بھی کوئی خارجی چیز نہیں، شریعت انسانی اعماق میں اُتر جائے اور طبیعت کی روپ دھار لے تو یہی طریقت ہے۔ شاہ ولیؒ اللہ اعمال کے نتیجہ میں چارام الاخلاق یعنی طہارت اس کی ضد حدث، اخبات اس کی ضد استکبار، سماحت اس کی ضد خود غرضی اور عدالت اس کی ضد ظلم کی صفات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چارام الاخلاق ہیں کیونکہ دوسرے اخلاقیات ان سے ماخوذ ہیں۔ عبادات سے ان چارام الاخلاق کا حصول اور ان کی ضد سے اجتناب مقصود ہے۔ ان چارام الاخلاق؛ یعنی طہارت، اخبات، سماحت اور عدالت پر متفرع دوسرے اخلاق درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	اخلاق حسنہ	اخلاق سیئہ
1	اخلاص وللٰھیت	نام ونمود
۲	شکر	ناشکری
۳	صبر	جزع فزع
۴	قناعت	حرص
۵	امانت داری	خیانت
۶	صدق	کذب
۷	سخاوت	بخل
۸	محبت	عداوت
۹	ایثار	خود غرضی
۱۰	استغناء	طمع
۱۱	تواضع وخاکساری	غرور وتکبر
۱۲	ایفائے عہد	بدعہدی
۱۳	خوش کلامی	فحش گوئی
۱۴	رحم دلی	بے رحمی
۱۵	نرم مزاجی	درشت خوئی
۱۶	عفو ودرگزر	انتقام

۱۷	احسان وسلوک	بدسلوکی
۱۸	انس ویگانگت	بیگانگی
۱۹	توکل	اسباب پر تکیہ
۲۰	کم سخنی	دروغ گوئی

1. اخلاق سیئہ میں نفرت، بغض، کینہ، حسد، بد گمانی، چغل خوری، غیبت، بہتان، جلد بازی، بے وقاری، دور خاپن وغیرہ بھی شامل ہیں۔ [19] سماحت جب انسانی فطرت بن جاتی ہے تو وہ اس کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا، اس صنف سے مزین ہونے کے نتیجہ میں انسان میں نفسانی سماحت ہی دوسری جُز ہے جو عبادت بجالانے سے اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ سماحت عجز اور فروتنی کو کہتے ہیں، عجز انکساری کی خوبی اگر دولت وثروت والا اپنے اندر پیدا کرلے تو یہ سعادت مندی ہے اور قربِ اِلٰہی کا موجب ہے۔ سماحت کی خوبی انسان کے اندر اعتماد اور خودی کی کیفیت بڑھاتی ہے۔ یہ حصول علم میں معاون قدر ہے۔ عدالت کی سعادت کا تعلق انتظامی امور سے ہے، ان امور کو رضاء خداوندی کے مطابق انجام دیا جانا چاہیے، عدالت سے متعلق امور کا علم بذریعہ ملائکہ نزول کرتے ہیں، رب تعالیٰ اپنے پیغام کو پیغمبروں کے ذریعہ پہنچاتا ہے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ ہے کہ انسانی نفسی روح قابل اصلاح حقیقت ہے، اس کی تربیت سے انسان میں اندرونی مثبت تبدیلی آتی ہے، اسی مثبت تبدیلی کے مظاہر انسانی جوارح اور رویوں میں کُھلے عام دیکھے جاسکتے ہیں۔ نوع انسانی پر اللہ سبحانہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ نمونہ کامل آنحضرت ﷺ کی شکل میں متشکل کیا تاکہ اپنے اخلاق ان کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر ٹھیک کرسکے۔

حواشی وحوالہ جات

1: ابو عبد اللہ الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند:6 / 91، رقم، 24645، مؤسسۃ قرطبہ۔ القاہرہ۔

2: شاہ ولی اللہ (1703ء تا 1763ء) مغل حکمرانوں کے زوال کے وقت شاہ ولیؒ اللہ نے مجدد کی حیثیت کے طور پر کام کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر بھی غور کیا اور مناسب علاج بھی تجویز کیا۔ اُنہوں نے محسوس کیا کہ اسلامی معاشرے کا ہر فرد انفرادی طور پر تزکیہ و تعمیر اخلاق کا محتاج ہے۔ آپ کے نزدیک یہ امر مسلم تھا کہ اسلامی معاشرے کا وجود و بقا ایسے افراد پر منحصر ہے جو اخلاقی جدوجہد کرنے والے اور روحانی الذہن ہوں۔ ایسے مطلوبہ افراد صرف اسی صورت میں میسر آسکتے ہیں جب انسانی شعور انحراف کے تمام میلانات سے پاک ومنزہ ہو۔ جب تک نفس انسانی منزہ نہ ہو اختلال وفساد کے رفع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ غیر مزکی نفس، انسان کو ہمیشہ بداعمالیوں پر اکساتا ہے۔ ایسے حالات میں شاہ ولیؒ اللہ نے نفسی اصلاح کے لئے سائنسی خطوط پر مبنی نظریہ متعارف کیا، اُن کا لکھنا ہے کہ انسانی اخلاق نفسی کو اصلاح کی راہ سے درست کیا جا سکتا ہے۔ اس حوالہ سے اُنہوں نے فکر انگیز کتاب، الطاف القدس فی معرفۃ النفس لکھی۔ اس کتاب کی اہم بحث انسانی وجود کے اندر متعدد لطائف ہیں، ان کی تحریک سے انسان ملکوتی صفات سے مزین ہو سکتا ہے

3: گیلانی، مناظر احسن، اخلاق وفلسفہ اخلاق، طیب پبلشرز، لاہور، طبع پنجم ۲۰۰۰، ص ۲۵۔

4: سیگمنٹ فرائڈ، نظریہ تحلیل نفسی، یونیورسٹی بک سنٹر، لاہور، 1900ء، صفحہ ۸۰۔ یہ تینوں اُونچے پائے کے ماہر نفسیات ہیں۔ سیگمنٹ فرائڈ نے انسانی اخلاق تشکیل میں جنسی آزادی کو اساس بنایا۔ وہ ایک جسمانی ڈاکٹر تھے اور اُن کا لکھنا ہے کہ خواتین کی اکثر بیماریاں ذہنی دباؤ کی وجہ سے ہیں۔

5: الافریقی، محمد بن مکرم ابن منظور، لسان العرب، 10 / 85، تحت مادہ خ ل ق، دار صادر۔ بیروت۔

6: دہلوی، سید احمد، ؛ فرہنگ آصفیہ، 2 / 203، 204، مطبع رفاہ عام پریس، لاہور، مئی 1908ء۔

7: گیلانی، سید مناظر احسن، اخلاق وعلم الاخلاق، ص ۱۲۸۔

8: ابو القاسم الطبرانی، سلیمان بن احمد، الدعاء لطبرانی، 1 / 145، باب: القول عند الخروج من المنزل، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت، 1413ھ۔

9: *The contribution of Muslim scholars in the field of philosophy, Prof Muhammad Saeed, Urdu Bazar, Lahor. Page 70-75*

10: گیلانی، سید مناظر احسن، اخلاق وعلم الاخلاق، ص ۲۲۸۔

11: الغزالی، محمد بن محمد، ، احیاء علوم الدین، 3 / 53، بیان حقیقۃ حسن الخلق وسوء الخلق، دار المعرفۃ۔ بیروت۔

12: ابو عبد اللہ الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند، 6/ 443، رقم، 27539، باب: ومن حدیث ابی الدرداء۔

13: دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ، 1/ 54، اختلاف الناس في جبلتهم المستوجب لاختلاف أخلاقهم وأعمالهم ومراتب كمالهم۔ دار الکتب الحدیثۃ۔ قاہرہ۔

14: سورۃ الشمس: آیت ۷۔۸۔

15: بقراط، تاریخ فلاسفہ یونان میں بقراط کو فلسفہ تشکیل اخلاقیات میں ممتاز مقام حاصل ہے حتٰی کہ ارسطو نے سعید انسان کی پانچ قسمیں بنائیں ہیں، اورابن مسکویہ کی اپنی تصنیف "تہذیب اخلاق" کی نہج پر اخلاقی تعمیر کے بارے میں اُصولی بحث کی ہے۔ ارسطو کی نظر میں سعادت کی پانچ قسمیں ہیں۔ پہلی سعادت بدنِ انسان سے متعلق ہے۔ دوسری سعادت کسبِ مال سے ہے تاکہ اصحاب حاجات اُن سے اچھے مراسم رکھیں۔ تیسری سعادت خود ان کے اخلاقی رویئے ہیں۔ چوتھی قسم کی سعادت مذکورہ بالا سعادتوں کے بارے میں اُن کا عزم وپختہ ارادہ ہے، جس کی وجہ سے ایک شخص متوازن انسان بنتا ہے۔ پانچویں سعادت دین دنیا کے معاملہ میں سلامت فکر کا حامل ہونا۔ بقراط اور ارسطو کے فلسفہ تشکیل اخلاقیات میں تقریبا یکسانیت پائی جاتی ہے۔ (آس والڈ کلپے، فلسفہ کیا ہے؟، ص 221، مترجم، مرزا ہادی، سٹی بک پوائنٹ، کراچی، 2014ء)۔

16: الغزالی، محمد بن محمد، کیمیائے سعادت، بشیر سنز، لاہور ۱۹۹۳ء، ص412، 414۔

17: دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغہ: 1/ 55۔

18: ایضاً، 1/ 56۔

19: پالن پوری سعید احمد، شارح، حجۃ اللہ البالغۃ بنام رحمۃ اللہ الواسعہ، ج ۴، زمزم پبلیشرز ۲۰۰۵ء، کراچی۔